روزہ کے آداب و حقیقت

افادات : امام ابو حامد محمد غزالیؒ

روزہ کے تین درجے ہیں۔ ایک عام آدمی پیٹ اور شرم گاہ کی خواہش پوری کرنے سے رکا رہے تو اس کا روزہ ظاہری شرائط کے مطابق صحیح ہو جاتا ہے۔ حقیقی روزہ یہ ہے کہ آنکھ' کان' ہاتھ' پاؤں اور دیگر اعضا کو گناہ کرنے سے روکے۔ روزہ کا اعلیٰ ترین مقام یہ ہے کہ دل کو گناہ کے ارادوں اور دنیا کی فکروں سے دور رکھے' اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے اس کو خالی کر دے۔ اللہ اور آخرت کے سوا کسی اور چیز کی' اور دنیا' کی فکر میں مشغول ہونے سے اس درجہ کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے (یعنی روزہ کا کمال جاتا رہتا ہے)۔ ہاں' اگر دنیا کی فکر دین کی خاطر ہو' تو ایسی فکرِ دنیا سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ایسی دنیا آخرت کے لیے زادِ راہ کا حکم رکھتی ہے۔

حقیقی روزہ کے لیے' جو اعضا کو گناہوں سے روکتا ہے' چھ (٦) آداب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

حقیقی روزہ کے آداب

پہلا ادب یہ ہے کہ نظر نیچی رکھے۔ جن چیزوں کی طرف نگاہ ڈالنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے' ان کی طرف نگاہ کو نہ جانے دے۔ جن چیزوں کو دیکھنے سے دل بھٹکتا ہو اور اللہ کی یاد سے غفلت طاری ہوتی ہو' ان کو نہ دیکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' نظر ڈالنا (ایسی چیزوں پر جن سے اللہ نے روکا ہے) شیطان کے تیروں میں ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔ جو کوئی اللہ کے خوف سے نگاہِ بد سے رک جائے' اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان کی حلاوت کا مزا عطا کرے گا۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پانچ چیزیں ایسی ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک جھوٹ' دوسرے غیبت' تیسرے چغلی' چوتھے جھوٹی قسم' اور پانچویں شہوت کی نظر۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ زبان سے بے ہودہ بات نہ کرے، جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے، چغلی نہ کھائے، فحش گفتگو نہ کرے، ظلم کی بات نہ کرے، جھگڑا نہ کرے، یا بات نہ کاٹے۔ زبان کا روزہ یہ ہے کہ خاموش رہے، ان گناہوں سے بچے، اور اسے اللہ کی یاد اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رکھے۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مجاہدؒ نے کہا کہ دو چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ایک غیبت، دوسرے جھوٹ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزہ ڈھال ہے (گناہوں سے بچاؤ کے لیے)۔ تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو نہ فحش بکے نہ بدکلامی اور فضول گوئی کرے، نہ چیخے چلائے، اور اگر کوئی گالی دے یا لڑنے پر اتر آئے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ دن گزرنے کے ساتھ، بھوک اور پیاس کی شدت سے ان کی حالت خراب ہو گئی۔ انھوں نے حضورؐ کی خدمت میں آدمی بھیجا، اور افطار کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے اس آدمی کو ایک پیالہ دیا، اور ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے کہنا کہ جو کچھ تم نے کھایا ہے اس پیالہ میں قے کر دو۔ ایک عورت نے قے کی تو آدھا پیالہ تازہ گوشت اور خون سے بھر گیا، دوسری نے قے کی تو پیالہ پورا بھر گیا۔ لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ان دونوں نے اس غذا سے تو روزہ رکھا جو اللہ نے حلال کی ہے، اور جو چیز اس نے حرام کی ہے اسے کھاتی رہیں۔ ایک دوسرے کے پاس بیٹھیں تو دونوں نے لوگوں کی غیبت شروع کر دی۔ دونوں نے لوگوں کا جو گوشت کھایا تھا، وہی گوشت پیالے میں ہے۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ کانوں کو بری بات سننے سے روکے۔ اس لیے کہ جن باتوں کا زبان سے نکالنا حرام ہے، ان کا سننا بھی حرام ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کانوں سے جھوٹ سننے والوں اور حرام کا مال کھانے والوں کا ذکر ساتھ ساتھ فرمایا ہے۔ (**سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ** (المائدہ ۵:۴۲) یہ کان لگا کر جھوٹ سننے والے، اور حرام کا مال کھانے والے۔ اسی طرح اس نے یہ بھی ارشاد فرمایا،

لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ (المائدہ ۵:۶۳)

کیوں ان کے علماء اور مشائخ انھیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے۔

غیبت سننا اور خاموش رہنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، پھر تو تم بھی انھی کی طرح

ہوئے۔ اسی لیے رسول اللہؐ نے فرمایا' غیبت کرنے والا اور سننے والا' دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا کو گناہوں سے روکے' اور افطار کے وقت پیٹ کو ایسے کھانے سے بچائے جس کے بارے میں حرام ہونے کا شبہ بھی ہو۔ اگر دن بھر تو وہ کھانا بھی نہ کھائے جو حلال ہے' اور افطار حرام کھانے سے کرے' تو کیا روزہ ہوا؟ ایسے روزہ دار کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص محل تعمیر کرے مگر پورے شہر کو منہدم کر دے۔ اگر ضرورت سے زیادہ کھایا جائے تو حلال کھانا بھی روح کے لیے مضر ہوتا ہے۔ اسی لیے روزہ کھانا کم کرنے کی تربیت کرتا ہے۔ وہ بہت بے وقوف ہو گا جو دوا تو زیادہ نہ کھائے کہ ضرر سے بچے' لیکن زہر کھا لے۔ حرام کھانا زہر ہے جو دین کو برباد کرتا ہے' حلال کھانا ایک دوا کی طرح ہے جس کا کم کھانا مفید ہے اور زیادہ کھانا مضر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ بعض کہتے ہیں یہ وہ روزہ دار ہے جو حرام کھانے سے روزہ افطار کرے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ کے دوران طعامِ حلال سے تو رکا رہے' لیکن لوگوں کا گوشت کھاتا رہے' یعنی غیبت کرتا رہے جو حرام ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے اعضا کو گناہ سے نہ بچائے۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ افطار کے وقت حلال کھانا بھی کم ہی کھائے۔ اتنا نہ کھا جائے کہ پیٹ پھول جائے۔ اس لیے کہ اللہ کے نزدیک حلق تک بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی بھر جانے والی چیز نہیں' اگرچہ کھانا حلال ہو۔ شیطان پر غالب آنے اور شہوت کا زور توڑنے میں روزہ سے کیا مدد ملے گی اگر روزہ دار افطار کے وقت دن بھر کی بھوک پیاس کی تلافی کر دے اور ایک وقت میں اتنا کھا لے جتنا دن بھر میں کھاتا تھا۔ افطار کے وقت کھانے کی انواع و اقسام بھی زیادہ ہوتی ہیں' اور یہ عادت بھی عام ہے کہ رمضان کے لیے پہلے سے سامان خورد و نوش جمع کیا جائے۔ چنانچہ رمضان کے دنوں میں اچھے اور نفیس کھانے اتنے زیادہ کھا جاتے ہیں کہ اور دنوں میں کئی مہینے بھی نہ کھائیں۔

ظاہر ہے کہ روزہ کا مقصود تو خالی پیٹ رہنا اور خواہشِ نفس کو قابو میں رکھنا ہے' تاکہ نفس میں تقویٰ پیدا ہو۔ اب اگر کوئی صبح سے شام تک تو معدہ خالی رکھے یہاں تک کہ بھوک اور خواہش خوب بڑھ جائیں' پھر لذیذ کھانوں سے خوب پیٹ بھر لے' تو نفس کی خواہشات اور

لذتیں دوبالا ہو جائیں گی' اور ایسی خواہشات بھی بیدار ہو جائیں گی جو روزہ نہ رکھتا تو نہ ابھرتیں۔ روزہ کی روح اور اس کا مقصد نفس کے ان میلانات کو کمزور کرنا ہے جو گناہوں کی طرف کھینچتے ہیں' اور جن کو شیطان گناہوں میں مبتلا کرنے کا وسیلہ بناتا ہے۔ یہ میلانات کھانا کم کیے بغیر کمزور نہیں ہو سکتے۔ یعنی شام کو اتنا ہی کھائے جتنا بغیر روزہ کے کھاتا تھا۔ اگر دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا ایک ساتھ کھا لیا تو روزہ کا پورا فائدہ حاصل نہ ہو گا۔

بلکہ بہتر یہ ہے کہ دن میں زیادہ نہ سوئے' تاکہ بھوک پیاس کا مزہ محسوس ہو اور قویٰ میں بھی کمزوری کا احساس ہو۔ اسی طرح رات کو بھی اپنا پیٹ اتنا خالی رکھے کہ تہجد اور دیگر وظائف میں آسانی ہو' شیطان دل کے پاس نہ آنے پائے' اور عالمِ ملکوت کے دیدار سے فیض یاب ہو سکے۔

شبِ قدر میں (جب اللہ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں) عالمِ ملکوت کا دیدار ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ) میں فرمایا ہے۔ جو اپنا پیٹ اتنا بھرے کہ پیٹ دل اور سینے کے درمیان حجاب بن جائے' اس کے اور عالمِ ملکوت کے درمیان بھی حجاب حائل ہو جائے گا۔ اگرچہ صرف پیٹ کا خالی رکھنا بھی کافی نہ ہو گا' جب تک وہ اپنی فکر اور ارادہ کو اللہ کے علاوہ ہر مقصود سے خالی نہ کر لے۔

چھٹا ادب یہ ہے کہ روزہ افطار کرنے کے بعد خوف و رجا کی کیفیت طاری ہو۔ امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کا روزہ قبول فرمائے گا اور اسے مقربین میں شامل کرے گا۔ ساتھ ہی ڈرے کہ شاید اس کا روزہ قبول نہ کیا جائے اور وہ اللہ کے غضب کا مستحق ٹھہرے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر عبادت سے فارغ ہونے کے بعد یہی کیفیت ہونا چاہیے۔

یہ روزہ کے وہ چھ آداب ہیں جن کو ملحوظ رکھنے ہی سے روزہ حقیقی معنوں میں صحیح ہوتا ہے۔ جو شخص صرف کھانے پینے اور شہوت سے رک جانے کو کافی سمجھتا ہے' فقہاء اس کے روزہ کو' ظاہری شروط کے لحاظ سے ' صحیح کہتے ہیں۔ اس لیے کہ قانونی طور پر ظاہری شروط کے مطابق ہی حکم لگایا جا سکتا ہے' تاکہ روزہ کا اطلاق ہر کس و ناکس پر ہو سکے۔ لیکن وہ علماء جو آخرت پر نگاہ رکھتے ہیں' ان کے نزدیک روزہ کے صحیح ہونے کا مطلب آخرت میں اس کا قبول ہونا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی بھوک اور پیاس اور شہوت سے بے نیاز ہو کر' اخلاقِ الٰہیہ میں سے خلقِ صمدیت کا پرتو اپنے اندر پیدا کر لے۔ اور فرشتوں کی طرح' کہ وہ خواہشات سے پاک ہیں' اپنی خواہشات پوری کرنے سے دستکش ہو جائے۔

پس ایسے روزہ سے کیا حقیقی فائدہ ہو سکتا ہے کہ آدمی ایک وقت کا کھانا تو چھوڑ دے مگر شام کو دونوں وقت کا کھانا ساتھ کھا لے' اور دن بھر نفس کی دیگر خواہشات پوری کرنے میں لگا رہے؟ اگر ایسا روزہ بھی مفید مطلب ہوتا' تو اس حدیث کے کیا معنی ہیں کہ کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا؟ ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ عقلمند آدمی کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی خوب ہے' اور بے وقوف آدمی کا روزہ رکھنا اور جاگنا بھی برا ہے! کہا گیا ہے کہ یقین اور تقویٰ کے ساتھ ذرہ برابر عبادت' غلط کاریوں کے ساتھ کی ہوئی پہاڑ کے برابر عبادت سے افضل ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ بہت سے روزہ دار درحقیقت بے روزہ ہوتے ہیں' اور بہت سے بے روزہ' روزہ دار۔ بے روزہ روزہ دار وہ ہیں جو کھاتے پیتے تو ہیں مگر اپنے اعضا کو گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اور روزہ دار بے روزہ وہ ہیں جو کھانے پینے سے تو رک جاتے ہیں' لیکن اپنے اعضا کو گناہوں سے نہیں روکتے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا ہے' روزہ ایک امانت ہے' اور ہر ایک کو اپنی امانت کی حفاظت کرنا چاہیے۔ جب آپؐ نے یہ آیت پڑھی کہ (اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُکُم اَن تُودّوا الاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھلِھَا) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو' تو اپنے دست مبارک کو اپنے کان اور آنکھ پر رکھا' اور فرمایا کہ کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا بھی امانت ہے۔ سننا اور دیکھنا روزہ کی بھی امانت ہیں۔ اسی لیے آپؐ نے ارشاد فرمایا' اگر کوئی تم سے لڑائی کرے تو کہہ دو کہ میں روزہ دار ہوں۔ گویا کہ میری زبان امانت ہے' اب تمہارے لڑائی کرنے سے میں اس میں خیانت کیسے کروں۔

جان لو کہ ہر عبادت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ' ایک پوست ہے اور ایک مغز۔ اب تم کو اختیار ہے پوست پر قناعت کرو اور مغز کو چھوڑ دو' یا دانائی کی راہ اختیار کرو (اور پوست کے ساتھ مغز بھی حاصل کرو)

نفل روزے

رمضان کے علاوہ بعض ایام میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ سال کے دوران یہ ایام عرفہ' عاشورہ اور ذی الحجہ اور محرم کے پہلے عشرے ہیں۔ ہر مہینے میں یہ درمیان کے ایام یعنی تیرھواں ' چودھواں اور پندرھواں دن' اور ہر ہفتے میں یہ پیر اور جمعرات کے دن ہیں۔ ان دنوں میں روزہ رکھنااور خیرات کرنا مستحب ہے۔

باقی رہا ہمیشہ روزہ رکھنا' تو کمال کا درجہ تو یہ ہے کہ آدمی روزہ کی حقیقت سمجھے' یہ جانے کہ

روزہ کا اصل مقصود دل کی صفائی اور خدا کا ہو رہنا ہے۔ جو شخص اس حقیقت کو سمجھتا ہے اور اپنی اندر کی حالت پر نظر کرتا رہتا ہے' تو کبھی اس کی حالت یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ برابر روزہ رکھتا رہے۔ کبھی یہ کہ برابر بے روزہ رہے۔ کبھی یہ کہ روزہ بھی رکھے اور بے روزہ بھی رہے۔ جب آدمی اپنے دل پر نگاہ رکھے اور طریق آخرت پر چلنے کے لیے روزہ کی حد کو سمجھ لے' تو دل کی بہتری کے لیے دوا کی کوئی ترتیب ضروری نہ رہے گی۔ اسی معنی میں یہ حدیث ہے کہ کبھی رسول اللہؐ مسلسل اتنے روزے رکھتے کہ لوگ خیال کرتے کہ اب آپؐ روزہ نہ چھوڑیں گے' اور کبھی مسلسل بے روزہ رہتے کہ لوگ کہتے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے۔ کبھی رات کو اس قدر سوتے کہ لوگ سمجھتے کہ اب تہجد نہ پڑھیں گے' اور کبھی اتنا قیامِ لیل کرتے کہ کہا جاتا کہ اب آپ سوئیں گے نہیں۔

(احیاء العلوم' جلد اوّل ۔ ترجمہ و ترتیب : خرم مراد)

بقیہ: رسائل و مسائل

کرتا ہے ۔ اگرچہ اس کا امکان ہے کہ نئے نئے بھرتی ہونے والوں پر اس ٹریننگ کا فوری اثر اضمحلال اور ضعف کی شکل میں ظاہر ہوتا ہو۔ لیکن دیکھنے کی چیز یہ فوری اثر نہیں بلکہ اس کا مستقل اثر ہے۔ اس کا مستقل اثر یقیناً ' اس کو صحیح طور پر برتنے کی شکل میں ' یہی ہونا چاہیے کہ انسان کی بلادت کم ہو ' اس کی روح قوی ہو ' اس کا دل توانا ہو ' اس کی قوتِ ارادی مضبوط ہو ' اس کی قوتِ برداشت بڑھ جائے ' وہ جہادِ زندگانی اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے پوری طرح تیار ہو جائے۔

(امین احسن اصلاحی ' تدبر قرآن ' جلد اوّل ' ص ۴۶۰ - ۴۶۲)

تصحیح

فروری کی اشاعت میں رسائل و مسائل صفحہ نمبر ۴۳ پر "یعنی ۴۰ فیصد وہ آپ ادا کر دیجیے"۔ کی بجائے "یعنی اڑھائی فیصد (یا ۴۰ واں حصہ) وہ آپ ادا کر دیجیے" پڑھا جائے۔